خطاطی اسلامی تہذیب میں

جناب محمد سعود عالم قاسمی

اظہار مافی الضمیر یعنی اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کا ایک اہم ذریعہ خطاطی (کتابت) بھی ہے اور یہ محض ذریعہ اظہار ہی نہیں ہے بلکہ کسی بات کو دوام وثبات عطا کرنے کا بھی موثر ترین وسیلہ ہے۔ خطاطی میں انسان اپنی فن کارانہ صلاحیت اور آرائشی ذوق کا پورا مظاہرہ کرسکتا ہے، خطاطی کے ساتھ علم وثقافت کی ترویج وترقی بھی وابستہ ہے، اسی لیے اس فن کو انتہائی معزز اور اہم سمجھا جاتا ہے، ان ہی خصوصیات کی بنا پر اس فن میں ذی صلاحیت اور ذہین افراد شروع سے غیر معمولی دلچسپی لیتے رہے ہیں۔ ایجاد خط سے لے کر آج تک ہر دور میں اس فن میں تغیر اور ارتقاء کا ایک شعوری تسلسل موجود ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ انسان کے اندر ابتداہی سے خطاطی کو بحیثیت ایک آرٹ اور فن کے برتنے کا جذبہ موجود رہا ہے۔ چنانچہ آج خطاطی وسیلۂ تبلیغ اور ذریعہ اظہار (COMMUNICATION) سے زیادہ آرٹ اور فن خیال کی جاتی ہے اور فنون لطیفہ کی دوسری اصناف کے مقابلہ میں ایک ممتاز مقام کی حامل ہے۔

خطاطی کی تعریف

خط کے معنی اس لکیر کے ہیں جو زمین پر کھود کر بنائی جاتی ہے، (جیسے ہل سے بنائی جاتی ہے) یا ایسی لکیر جو ریت پر لکڑی کی نوک سے یا انگلی سے بنائی جائے۔ یہ لفظ کثرت کے ساتھ قبر کھودنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اس کے بعد یہ لفظ گلی کوچوں کی لکیریں کھینچ کر حد بندی کے لیے استعمال ہونے لگا جسے خطہ کہا جاتا ہے اور بالآخر اس لکیر کے لیے مستعمل ہوا جو مسطر سے کاغذ پر یا چمڑے کے ٹکڑے پر کھینچی جائے، نیز اس کا استعمال کتابت کی سطر کے لیے کیا گیا۔ اس کے بعد اساسی طور پر خط کے معنی رسم کتابت کے ہو گئے۔[۱] ابن خلدون نے خط کے اصطلاحی معنی

اس طرح بیان کیے ہیں۔

"یہ ان حرفی رسوم اور شکلوں کو کہا جاتا ہے جو سنے جانے والے کلمات کو ظاہر کرتے ہیں اور دلی ارادوں کی ترجمانی کرتے ہیں"[۲]

اسی سے مخطوطہ کا لفظ نکلا ہے، احمد ذکی بک نے اس کی تعریف یوں کی ہے۔

لغت میں مخطوطہ اس کو کہتے ہیں جس میں کچھ لکھا ہوا ہو، بعد میں یہ اصطلاح اس دستاویز کے لیے استعمال ہونے لگی جو پریس اور جدید وسائل طباعت کے علی الرغم ہاتھ سے لکھی گئی ہو اس کو انگریزی میں (MANUSCRIPT) کہا جاتا ہے[۳]

خطاطی کی ابتدا اور تاریخ

خطاطی کے آغاز سے متعلق کئی روایتیں ملتی ہیں۔ ابن ندیم نے الفہرس کے مقالہ اول میں کعبؓ کی ایک روایت کی بنیاد پر حضرت آدم کو رسم خط کا موجد قرار دیا ہے، انھوں نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ حضرت آدمؑ نے اپنی وفات سے تقریباً تین سو سال قبل رسوم خط کچی اینٹوں پر ثبت کر کے اور ان کو پکا کر کے آگ میں دفن کر دیا تھا، طوفان نوحؑ کے بعد جب یہ اینٹیں برآمد ہوئیں تو ان کے نقوش کو رسم خط قرار دیا گیا[۴] یہ کوئی مضبوط روایت نہیں ہے۔ اس معاملہ میں زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ کتابت کی ایجاد اہل مصر نے کی اور سب سے پہلے مصر میں رسم خط کا آغاز ہوا مصریوں سے کتابت کا ڈھنگ فینقیوں نے اخذ کیا اور جملہ آباد علاقوں تک اسے متعارف کرایا، انہی سے اہل یونان نے سیکھا اور اپنے خاص رنگ تہذیب میں اسے دنیائے انسانیت کے روبرو پیش کیا[۵]

خطاطی کے قدیم اسالیب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس فن میں استعمال کی جانے والی علامات دو قسم کی ہیں، ایک تو صوری علامت جسے تمثیلی علامت بھی کہا جا سکتا ہے، یہ جس طرز تحریر کی علامت ہے اس میں اشیاء کی صورتیں بنا دی جاتی ہیں اور ان سے اصل اشیاء مراد ہوتی ہیں۔ مثلاً آدمی لکھنا ہوا تو آدمی کی اور جانور لکھنا ہوا تو جانور کی شکل بنا دی۔ علی ہذا القیاس پھر اس طرز تحریر میں حقیقت سے مجاز کی طرف ارتقا ہوا اس طرح سے کہ اگر کسی بد معاش آدمی کا ذکر مقصود ہوا تو ایسے آدمی کی شکل بنائی جس کی گردن کو کلہاڑی سے کاٹتے ہوئے دکھایا گیا ہو کیوں کہ قتل کی سزا کسی بڑے جرم کی بنا پر ہی متصور ہو سکتی ہے اور اظہار محبت کے لیے

کبوتر کی شکل، عداوت کے لیے سانپ کی، جنگ کے لیے شیر اور چیتے کی، صلح وسلامتی کے لیے بکری اور ہرن کی شکلیں بنائی جاتی تھیں۔ صوری یا تمثیلی کتابت کے مظاہر خط بربائی اور ہیرو غلیفی ہیں بسا اوقات اصل شے اور تمثیلی علامت کے درمیان کوئی مشابہت نہیں ہوتی تھی مگر ان میں رشتہ لزوم کا پایا جانا ضروری ہوتا تھا، مثلاً مصر قدیم کے لوگ مصر علیا کی علامت میں بردی پودا کی شکل بناتے تھے کیونکہ ان کے یہاں یہ پودا زیادہ ہوتا تھا، اور نشیبی مصر کی تعبیر لشینی پودوں سے کرتے تھے کیونکہ وہاں یہ زیادہ ہوتے تھے۔[۱۳]

دوسری علامت حرفی یا لفظی ہے اس میں ہر شے کے لیے ایک رسم وضع کی گئی اور حروف ہجا کی ایجاد عمل میں آئی اس نے الفاظ اور جملوں کی ساخت کی نہج بنائی خیال ہوتا ہے کہ ابتدا میں شاید صوری اور تمثیلی علامت ہی کتابت کے لیے مستعمل رہی ہوگی اور اس کے بعد بتدریج حرفی کتابت وجود میں آسکی ہوگی۔ تمثیلی کتابت سے حرفی کتابت تک پہونچنے میں مرحلوں اور تجربوں کا ایک سلسلہ رہا ہوگا۔ اس ارتقا کی تاریخ یہ بیان کی جاتی ہے کہ خط بربائی یا خط مقدس کو مصر کے مذہبی پیشواؤں نے دشواریوں سے بچنے کی خاطر مختصر کر دیا اس اختصار میں ایک خاص طرز کتابت وجود میں آ گئی اس کا نام ہیراطیہ قرار پایا اس طرز کتابت کا استعمال بالعموم "دروج بردی"[۱۴] پر ہوتا تھا کیونکہ کاغذ کی ایجاد سے پہلے یہی چیز کتابت کے لیے زیادہ موزوں تھی، طرز کتابت میں یہ پہلی تسہیل تھی۔ پھر جب اس کتابت کا رواج ہوا تو ضرورت متقاضی ہوئی کہ اس میں کچھ مزید تسہیل کی جائے اور نیا تجربہ کیا جائے چنانچہ اسے بھی سہولت کی خاطر نئے انداز پر مختصر کر دیا گیا اور اس کا نام خط عام (DLMOTIQUE) رکھا گیا۔

حرفی کتابت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اصطلاحی علامت سے لفظ یا مدعا پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ جس طرح خط مکیکی میں جو امریکہ میں زمانہ قدیم میں رائج تھا، اور خط چینی میں جو ابتدا سے آج تک رائج ہے۔ کبھی یہ علامت پوری طرح واضح نہیں ہوتی جیسا کہ خط حبشی میں تھا۔ بہر صورت حرفی کتابت تمثیلی کتابت کے بعد اور اس کے ارتقا کے نتیجہ میں وجود میں آئی اور اس نے تمثیلی کتابت کو گویا منسوخ کر دیا۔ چونکہ اس طرز کتابت میں غیر معمولی سہولت بھی ہے اور نوع بنوع ارتقا اور تزئین کے امکانات بھی ہیں اس لیے اس کو زیادہ فروغ ملا اور یہی طرز کتابت آج تک مستعمل ہے۔

عربی رسم خط

دنیا کے تین بڑے لسانی گروہوں یعنی سامی، آریائی اور تورانی میں عربی زبان کا تعلق

سامی گروہ سے ہے۔ سامی گروہ میں عربی کے علاوہ عبرانی، سریانی، کلدانی، حبشی، سامری، فنیقی، اور بابلی زبانیں شامل ہیں اور آخری دو زبانیں مردہ ہیں۔ سامی گروہ کی ان تمام زبانوں میں عربی سب سے زیادہ زندہ، مقبول اور وسیع ہے۔ عربی زبان میں کتابت کے آغاز کے بارے میں مورخین کے مابین قدرے اختلاف ہے معتبر رائے یہ ہے کہ اس کا آغاز سب سے پہلے اہل یمن نے کیا۔ اس سے پہلے عرب رسم کتابت سے ناواقف تھے۔ اہل یمن نے یہ کتابت ان لوگوں سے سیکھی جن لوگوں تک مصر کی کتابت تغیر وارتقا کے کئی ایک مرحلے طے کر کے پہونچی تھی اہل یمن نے اس کا نام مسند رکھا جس میں حروف کو الگ لکھا جاتا تھا۔ ابن ہشام نے عربی رسم خط کا موجد اگرچہ حمیر بن سبا کو قرار دیا ہے مگر اس سے پہلے خط مسند کے وجود کا اعتراف کیا ہے۔ "وکانوا قبل ذلك يكتبون بالمسند"[۸] اہل یمن عام لوگوں کو رسم کتابت نہیں سکھاتے تھے مگر اس بخل کے باوجود قبیلہ طے کے تین آدمیوں نے اسے سیکھ لیا اور اس میں تسہیل کے لیے قدرے تصرف کیا جس کا نام خط حزم رکھا پھر انھوں نے ہی اہل انبار کو یہ خط سکھایا چنانچہ عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ

> "ان اول من وضع الحروف العربية ثلاثة رجال من بولان (قبيلة من طے) نزلوا مدينة الانبار وهم مرامر بن مرة واسلم بن سدرة وعامر بن جدرة"[۹]
>
> سب سے پہلے جس نے عربی حروف وضع کیے وہ بولان (قبیلہ طے) کے تین افراد تھے جو شہر انبار میں آئے وہ مرامر بن مرہ، اسلم بن سدرہ اور عامر بن جدرہ تھے۔

مگر قرین قیاس یہ ہے کہ ان تینوں نے اہل یمن ہی سے سیکھا تھا تاہم اہل انبار سے باقاعدہ عربی کی اشاعت ہوئی پھر اہل حیرہ اس رسم کتابت کے وارث ہوئے[۱۰] اور انھوں نے اس میں سہولت پیدا کی اور اسے ترقی دی۔ ان میں بشر بن عبدالملک، عدی بن زید اور زید بن عدی قابل ذکر ہیں۔ آخرالذکر دونوں کسریٰ کے درباری کاتب تھے[۱۱] زمانہ جاہلیت کی بعض کتب جو سلاطین حیرہ کے کتب خانہ میں محفوظ تھیں وہ ابن ہشام کے ہاتھ آئیں جن کا تذکرہ انھوں نے کتاب التیجان میں کیا ہے[۱۲]

حجاز عرب میں رسم خط کی ابتدا اس وقت سے تسلیم کی جاتی ہے جب حضرت امیر معاویہؓ کے دادا حرب بن امیہ حیرہ گئے اور اس خط کو سیکھ کر حجاز واپس آئے اور وہاں اس

خط کی اشاعت کی[13]۔ ابن خلدون نے ایک دوسری رائے کا بھی تذکرہ کیا ہے جس کی رو سے سفیان بن امیہ نے پہلے کتابت سیکھی[14] پھر اہل حجاز میں ورقہ بن نوفل، ابوبکرؓ، عمرؓ بن خطاب، عثمان غنیؓ وغیرہم نے یہ خط سیکھے عربی زبان کے موجودہ خط کے قدیم ترین کتبے جزیرہ نمائے عرب کے باہر ملے ہیں یہ کتبے اسلام سے کچھ زیادہ پہلے کے نہیں ہیں ایک کتبہ ۵۱۲ء یعنی ۵۸ قبل از نبوت کا حران میں ملا ہے یہ شمالی عرب کا خط ہے۔ جنوبی عرب کا خط حمیری اسلام کے بعد باقی نہ رہ سکا[15]۔ خط مسند بعد میں دو حصوں میں منقسم ہوگیا ایک وہ جس نے عرب کے مشرقی حصہ میں رواج پایا وہ خط کوفی کہلایا دوسرا وہ جو مغربی علاقہ میں رائج ہوا اس کو نسخ کا نام دیا گیا بعض لوگوں نے خط نسخ کو خطِ نبطی اور خطِ کوفی کو خط سطرنجیلی سے ماخوذ بتایا ہے[16]

جرجی زیدان نے خط کوفی کو حیری خط سے تعبیر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

وکان الخط الکوفی یسمی قبل الاسلام الحیری نسبۃ الی الحیرۃ وھی عرب العراق قبل الاسلام وابتنی المسلمون الکوفۃ بجوارھا[17]

اسلام سے پہلے خط کوفی کا نام حیری تھا، حیرہ کی نسبت سے یہی اسلام سے قبل عراق عرب تھا مسلمانوں نے کوفہ اسی کے قرب وجوار میں آباد کیا تھا۔

"الابحاث الجیلۃ" کے مصنف نے بھی اس کی صراحت کی ہے کہ

والخط العربی ھو المعروف الآن بالکوفی[18]

خط عربی وہی ہے، جو آج خط کوفی کے نام سے معروف ہے۔

بہر حال حجاز عرب میں رسم خط کی ابتدا بہت بعد میں ہوئی، اور بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عوام میں اس کی کچھ زیادہ اشاعت نہ تھی گنتی کے لوگ تھے جو اس رسم خط سے واقفیت رکھتے تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ طلوع اسلام کے وقت حجاز میں تقریباً چوبیس افراد لکھنا جانتے تھے جن کے نام اس طرح ہیں ورقہ[1] بن نوفل، ابوبکر[2] بن قحافہؓ، عمرؓ[3] بن خطاب، عثمان[4] غنیؓ، علیؓ بن ابی[5] طالب، ابوعبیدہؓ[6] بن الجراح، طلحہ[7] بن عبداللہؓ، یزید[8] بن سفیانؓ، ابوحذیفہ[9] بن عتبہؓ، حاطب[10] بن عمرؓ، ابوسلمہؓ[11] بن عبدالاسد، ابانؓ[12] بن سعیدؓ، خالد[13] بن سعیدؓ، عبداللہؓ[14] بن سعد، حویطبؓ[15] بن عبدالعزیٰ، ابوسفیانؓ[16] بن حرب، معاویہ[17] بن سفیانؓ، جہیم[18] بن صلت، زبیر[19] بن العوامؓ، العلا[20] بن الحضرمی، شفا[21] بنت عبداللہؓ العدویہ، ام کلثومؓ[22] بنت عقبہ، عائشہ[23] بنت

سعد، کریمہ بنت مقداد[۲۲]۔ فتوح البلدان اور الاصابہ میں سترہ اصحاب کا تذکرہ ہے جرجی زیدان نے چودہ اصحاب کا تذکرہ کیا ہے[۲۰]۔

خطاطی اسلام کی نظر میں

اسلام اللہ کے دین کا آخری ایڈیشن ہے جو ہر زمانہ اور ہر جگہ کے لیے ایک ہی نظام رکھتا ہے، اس لیے اس میں ہر دور کے تقاضے کو پورا کرنے کی صلاحیت کا پایا جانا بھی ناگزیر ہے، اور انسان کی تہذیب و ترقی میں علم کا اہم مقام ہے۔ چنانچہ اسلام نے ابتدا ہی سے اس علمی ضرورت کو محسوس کرایا ہے، پھر کوئی علم صرف سینہ بسینہ منتقل ہو کر محفوظ نہیں رہ سکتا اور اس کی تاریخی حیثیت معتبر نہیں ہو سکتی، اس کے لیے تحریر اور کتابت کا سہارا لینا ضروری ہے، اس لیے اسلام نے علم کے ضمن میں کتابت کو خاص اہمیت دے کر لوگوں کی توجہ کا مرکز بنایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر غار حرا میں جو پہلی وحی نازل ہوئی اس کے الفاظ یہ ہیں:۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ	پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے
خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ	پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے
عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝	سے انسان کی تخلیق کی، پڑھو اور تمہارا
الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ	رب بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ
الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۝[۲۱]	سے علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ جانتا نہ تھا۔

ان آیات میں براہ راست پڑھنے لکھنے اور علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خاص طور پر تعلیم بذریعہ قلم کا تذکرہ کیا گیا ہے بعض مفسرین نے ان آیات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ

"فرشتہ نے جب حضورؐ سے کہا پڑھو تو حضورؐ نے جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ نے وحی کے یہ الفاظ لکھی ہوئی صورت میں آپ کے سامنے پیش کیے تھے اور انھیں پڑھنے کے لیے کہا تھا کیونکہ اگر فرشتہ کی بات کا یہ مطلب ہوتا کہ جس طرح میں بولتا جاؤں آپ اسی طرح پڑھتے جائیں تو حضور کو یہ کہنے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں"[۲۲]

ایک دوسری جگہ اللہ نے قلم اور کتابت کی قسم کھائی ہے نٓ والقلم وما یسطرون[۲۳]
"ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس چیز کی جسے لکھنے والے لکھ رہے ہیں مفسرین کے نزدیک وما یسطرون سے مراد وحی ہے، اس پہلو سے دیکھا جائے تو اللہ نے خطاطی کو اہمیت، اعتبار اور وقار عطا فرمایا ہے۔ قرآن نے باہمی معاملات یعنی لین دین اور قرضہ جات کو بھی لکھنے کا حکم دیا ہے[۲۴]

علم کی اہمیت اور ضرورت کا احساس آنحضورؐ نے پیدا کیا اس کا اندازہ ان احادیث سے لگایا جا سکتا ہے جن میں علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور لکھنے پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے بلکہ ایک روایت میں تو آپؐ نے مبداء وجود قلم کو قرار دیا ہے اور فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اسے سب کچھ لکھنے کا حکم دیا[۲۵]۔ اس کا مقصد تعلیم بذریعہ قلم کو رواج دینا ہے، جنگ بدر میں کفار کے جو قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے ان میں وہ لوگ بھی تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ ہر قیدی دس مسلمان بچوں کو لکھنا سکھا دے[۲۶]

وحی الٰہی کی کتابت، مختلف حاکموں اور بادشاہوں سے دعوتی مراسلت، عاملوں اور والیوں کو ہدایات بھیجنا اور دین کی نشر و اشاعت وغیرہ ایسے اسباب تھے جن کی وجہ سے بہت جلد کتابت مسلمانوں میں رائج ہوئی گویا مسلمانوں میں خطاطی سے غیر معمولی دلچسپی کا بنیادی محرک یہی ضرورتیں تھیں جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی چلی گئیں اور اسی کے ساتھ خطاطی کو تزئین اور ترقی ملتی گئی اور ضرورت زینت کا پیکر اختیار کرتی گئی۔

عہد صحابہ کی خطاطی

ابتداءِ اسلام میں کتابت صرف ایک علمی اور دینی ضرورت تھی اس میں تزئین اور آرائش کا پہلو یا تو موجود نہیں تھا اور اگر تھا تو نمایاں نہ تھا، اسی لیے اس دور کے خط میں تغیر اور ارتقا نظر نہیں آتا بلکہ اس دور کے مخطوطات پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے ہاتھوں کے لکھے ہوئے خطوط اصول و قواعد اور پختگی و کمال کے اعتبار سے معیاری نہ تھے اور عام معیار کے بھی پابند نہ تھے۔ ان کے جانشینوں نے ان کے طرز تحریر سے یہ نتیجہ نکالا کہ خطاطی کے اس ڈھنگ میں کوئی کمی بیشی مناسب نہیں ہے اور یہ کہ حضرات صحابہ خطاطی کے معاملہ میں تو نمونہ ہیں اور ان کی پیروی ہی اولیٰ ہے۔ اس میں تبدیلی ان کے طے کردہ طریقہ سے انحراف ہے۔ چنانچہ

وہ اس کی پیروی کرتے رہے اور خطاطی کو آگے بڑھانے کے سلسلہ میں کوئی قدم نہ اٹھا سکے۔ انھوں نے یہ بھی خیال کیا کہ صحابہ کی تحریریں جو معروف اسلوب سے ہٹی ہوئی ہیں وہ ان کے فنی نقص اور عدم صلاحیت کی علامت نہیں ہیں بلکہ وہ قصداً ایسا کیا کرتے تھے، گویا ان کی خطاطی کو نمونہ قرار دیا اور اس میں جو نقص نظر آیا اس کی توجیہ کرنے کی تکلیف اٹھائی حالانکہ خطاطی تو ایک فن ہے جس میں مہارت اور عدم مہارت کا انحصار مشق و تجربہ پر ہے نہ کہ ایمان و عمل پر کہ اس کا نقص صحابہ کرام میں کوئی عیب پیدا کر دے، ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں :۔

> "خطاطی صحابہ کے لیے ایسا فن نہیں ہے جس میں کمال حاصل کرنا ضروری ہو کیونکہ یہ فن دوسرے تمام تمدنی اور معاشی ذرائع میں سے ایک ہے اور صنائع میں کمال ایک اضافی چیز ہے مطلق کمال نہیں ہے اس لیے کہ اس کا نقص حلال و حرام اور دین کے معاملے میں شخصیت پر عائد نہیں ہوتا بلکہ وہ اسباب معیشت اور عمرانی اخذ و استفادہ پر محمول ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، یہ ان کے حق میں ان کے مقام و مرتبہ اور علمی صنائع سے بے نیاز ہونے کی وجہ سے جو کہ عمرانی اور تمدنی وسائل سے تعلق رکھتے ہیں کمال تھا مگر یہ امیت ہمارے حق میں کمال نہیں ہے۔"[۲۷]

عہد صحابہ میں خطاطی پر بحیثیت فن خاطر خواہ توجہ نہ دینے کی ایک وجہ یہ رہی ہوگی کہ خارجی جنگوں اور داخلی فتنوں سے نمٹنے میں ان حضرات کی صلاحیت، وقت اور توجہ صرف ہو جاتی تھی اور ان مصروفیات کے باعث انھیں ان مسائل پر توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں مل پاتی تھی۔ اسی بنا پر عہد صحابہ میں خطاطی صرف ایک ذریعہ اظہار اور وسیلہ تعبیر کی حیثیت سے زندہ تھی، عہد بنی امیہ میں خطاطی کی ترویج و ترقی شروع ہوگئی اور اس کو فنی نقطہ نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی گئی، عہد بنی امیہ کا پہلا خطاط "قطبہ" تسلیم کیا جاتا ہے یہ بسیار نویس تھا، اس نے مروجہ خط میں تصرف کیا اور چار مزید خط ایجاد کیے، خالد بن الہیاج دوسرا شخص تھا جس کی خوش نویسی بہت مشہور ہوئی، خالد اموی بادشاہ ولید بن عبدالملک کا درباری کاتب تھا اس کے حسنِ خط کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے لیے قرآن کریم کا ایک نسخہ تیار کیا، جب یہ مصحف ان کے سامنے پیش کیا تو وہ اسی کا خط دیکھ کر حیران رہ گئے

وہ اسے بار بار چومتے آنکھوں سے لگاتے رہے بالآخر یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ اس کا انعام دینا میرے بس کی بات نہیں ہے[۲۸] ۹۶ھ میں خالد بن الیہاج نے اپنی خطاطی کا مظاہرہ کیا اور پہلی بار مسجد نبوی میں سورہ الشمس کی خوش نویسی کر کے مصورانہ خطاطی کی بنیاد رکھی، یہ سورہ خط کوفی میں لکھی گئی تھی، یہ خط کوفی کی ترویج کا بہترین زمانہ تھا۔ خط کوفی رسم الخط کے اعتبار سے آسان تھا اور اس میں زینت کے امکانات بھی کافی تھے۔

خطاطی کی ترویج وارتقا کا سنہری دور عباسی حکومت کو کہنا چاہئیے۔ عباسی خلفاء نے جہاں اجنبی علوم وفنون کے ترجمے کرائے وہاں علماء، کاتبیں اور مترجمین کی ایک بڑی تعداد کو اکٹھا کر دیا، اور علم وثقافت کی اشاعت میں غیر معمولی دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ کوفہ اور بصرہ اس علمی اور ثقافتی تحریک کے دو اہم مراکز تھے کوفہ دار الخلافہ ہونے کی بنا پر خاص طور پر علم وفن کا مرکز تھا خط کوفی آج بھی اسی نسبت سے مشہور ہے[۲۹] عباسی خلیفہ منصور نے جب بغداد کو آباد کیا تو علم وثقافت کی مرکزیت بھی تبدیل ہوگئی، اور خطاطی نے بھی بغداد میں اپنے لیے نشوونما کے نئے امکانات سے فائدہ اٹھایا۔ بغداد میں مروجہ خطاطی میں حسن وجاذبیت پیدا ہوئی اور اس پر غیر معمولی توجہ دی گئی بغداد میں جو خط رائج ہوا تھا وہ بغدادی کہلایا اگرچہ کوفی سے ماخوذ تھا، بغدادی خط کی اشاعت افریقہ میں ہوئی مگر اندلس میں امویوں نے عباسیوں کی تقلید کو وقار کے خلاف تصور کیا، افریقی رسم خط بھی آگے چل کر مہاجرین اندلس سے متاثر ہوگیا۔

عباسی دور کے خطاطوں میں الضحاک بن عجلان کو نمایاں مقام حاصل ہے ضحاک نے قطبہ کے فن میں اضافہ کیا۔ منصور اور مہدی خلفاء کے عہد میں اسحاق بن حماد کو امتیاز حاصل ہوا اسحاق نے اپنے بہت سے شاگرد بنائے اسحاق کی جدت طبع نے ایک خط سے بارہ خط موزوں کیے۔ خط جلیل، خط سجلات، خط دیباج، خط اسطور ماد الکبیر، خط ثلاثین، خط زنبور، خط مفتح، خط موامرات، خط عہود، خط قصص، خط حرفاج خط الحرم، وغیرہ بعض لوگوں نے خط طومار، خط مرصع، خط ریاشں وغیرہ کو اسی کی ایجاد بتایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک خط کے کئی نام سے موسوم تھے، مامون کے عہد کا ایک نامور خطاط احمد بن یوسف ہے جس کا ذکر ابوالفضل احمد بن ابی طاہر طیفور نے اپنی کتاب "کتاب بغداد" میں کیا ہے مامون کے دور میں ایک اور باکمال خطاط الریحانی نمایاں ہوئے الریحانی نے ایک خط ایجاد کیا جس کا نام انھوں نے ریحان رکھا، اسی عہد میں الفضل بن سہل ذوالریاستیں کی فن کاری بھی مشہور

ہوئی انھوں نے بھی ایک خط ایجاد کیا جس کا نام خط ریاسی رکھا، خلیفہ مقتدر باللہ کے عہد میں ابوالحسین اسحاق بن ابراہیم ابھرے وہ اپنے دور کے سب سے بڑے خطاط شمار کیے گئے، انھوں نے فن خطاطی پر ایک رسالہ بھی تالیف کیا جس کا نام تحفۃ الرامق رکھا، پھر ابو علی محمد بن علی ابن مقلہ کو شہرت حاصل ہوئی انھوں نے خط بدیع ایجاد کیا، اور اس کا انداز خط کوفی سے اخذ کیا۔ ابن مقلہ نے خطاطی کے قواعد پر بھی زور دیا ان کی خطاطی انتہائی دلکش اور حسین ہوا کرتی تھی ابن مقلہ مقتدر، قاہر اور راضی، تینوں خلفا کے وزیر رہے تھے، حاسدوں نے ان کی شکایت کرکے ان کو جیل بھجوا دیا جہاں ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ اس عالم میں بھی وہ اپنے بازو میں قلم باندھ کر خطاطی کرتے تھے، بالآخر اس نامور خطاط کو راضی باللہ کے عہد میں قتل کردیا گیا۔ ابن مقلہ نے خط نسخ، خط محقق، خط توقیع خط رقاع، خط ثلث ایجاد کیے اور خط ریحانی میں اصلاح و تزئین کی۔ ابن مقلہ کے بعد ان کے شاگرد علی بن ہلال ابن بواب نمایاں ہوئے یہ بھی اپنے دور کے ممتاز خطاط تھے، ابن بواب نے اپنے استاذ کے فن میں مزید رونق اور تہذیب پیدا کی، انھوں نے خط نسخ میں قرآن کریم کا پہلا نسخہ ۳۹۱ھ کو بغداد میں لکھا، ابن مقلہ کے شاگردوں میں ابوالمجد یاقوت بھی ممتاز مقام کے حامل ہوئے، ان کی خطاطی بھی بڑی جاذب نظر اور دل پذیر ہوتی تھی، خطاطی کی تاریخ میں یاقوت نامی کئی نامور خطاط گزرے ہیں مثلاً امین الدین یاقوت اور یاقوت بن عبداللہ وغیرہ۔

بغداد میں خطاطی کی نشو ونما اور ترویج و ترقی اس وقت اچانک رک گئی جب بغداد پر تاتاریوں کے حملے شروع ہوئے، ان حملوں نے نہ صرف یہ کہ عرب کی مرکزیت کو ختم کردیا بلکہ علوم و فنون کی اشاعت کو بھی شدید صدمہ پہونچایا، جب اہل علم و فن ہی باقی نہ رہے تو علم و فن کا ختم ہوجانا ظاہری بات ہے مگر بغداد کے سقوط کے ساتھ خطاطی فنا نہیں ہوئی البتہ اس کی مرکزیت ایران کی طرف منتقل ہوگئی، ایران اس سے قبل ہی سے فنون لطیفہ کی سرپرستی کررہا تھا اس نے اسلامی اقدار کے ہم آہنگ ہونے اور اپنے ذوقی مناسبت کی وجہ سے خطاطی پر بھرپور توجہ دی، واقعہ یہ ہے کہ عربی رسم الخط کو اختیار کرنے میں ایران کو اولیت حاصل ہے اس کے بعد ہی ترکوں اور ہندوستانیوں نے عربی رسم الخط اختیار کیا بہرحال خطاطی کے فروغ میں ایران کا اہم ترین حصہ ہے، اس لیے ایران کو خطاطی کا گہوارہ کہنا مناسب ہے، جہاں خطاطی آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ زندہ ہے۔ ایران کے

ماہر خطاطوں کی فہرست طویل ہے حسین بن حسین علی فارسی ساتویں صدی کے ماہر خطاط تھے انھوں نے رقاع اور توقیع کی مدد سے ایک نیا رسم خط ایجاد کیا جس کا نام تعلیق رکھا خواجہ تاج الدین اصفہانی بھی اس دور کے نامور خطاط تھے بعض لوگوں نے ان کو ہی موحد بتایا ہے تعلیق کی بعض پیچیدگیوں کے پیش نظر میر حسن بن علی تبریزی نے نسخ اور تعلیق کی آمیزش سے نستعلیق ایجاد کیا صالح بن علی رازی کو بھی اس کے موجدین میں شمار کیا جاتا ہے۔ ساتویں صدی ہجری میں ایک اور خط ایجاد کیا گیا جس کا نام شکستہ تھا، یہ خط نستعلیق ہی کے قبیل سے تھا اس خط میں عموماً رقعات، قطعات اور احکام لکھے جاتے تھے۔

جب ترکوں کی خلافت قائم ہوئی تو انھوں نے بھی خطاطی میں دلچسپی لی ترکوں نے تعلیق میں قدرے تصرف کے ساتھ خط دیوانی اور دشتی ایجاد کیے۔ انھوں نے خط رقعہ اور خط ہمایونی بھی ایجاد کیے ترکی کے نامور خطاطوں میں شیخ حمداللہ بن مصطفیٰ بخاری، عبداللہ اماسی محی الدین جلال اماسی، احمد قرہ حضاری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ایرانیوں اور ترکوں کا مشترکہ سرمایہ ہندوستان کے ورثہ میں آیا اور یہاں بھی خطاطی میں غیر معمولی شغف کا مظاہر کیا گیا مغلیہ دور کی خطاطی اپنے آپ میں ایک لاثانی ورثہ ہے۔ ہندوستان میں مسلم حکومت کے زوال سے اگرچہ خطاطی متاثر ہوئی مگر جلد ہی از سر نو اپنا مقام حاصل کرلیا اور آج بھی ہندو پاک میں زندہ بلکہ درخشندہ ہے۔

خطاطی کا ایک اہم جزو تذہیب وطلا کاری ہے یہ بھی خطاطی کی طرح مقبول عام صنف ہے۔ اس کا نمونہ قرآن کریم کے وہ قلمی نسخے ہیں جو مختلف ادوار میں اہتمام کے ساتھ قلم بند کیے گئے ہیں اس فن کی ابتدا دوسری صدی ہجری میں ہوئی اس زمانہ میں قرآن مجید کے مخطوطات بالعموم نرم کھال پر لکھے جاتے تھے اور کوفی رسم الخط کا استعمال ہوتا تھا، قرآن کریم کی تلاوتی ضرورت یعنی اختتام آیت کی علامت سورہ کا نام، رکوع کی علامت، حاشیہ کی علامت اور دیگر تزئینی ضروریات اس آرائش کا موجب تھے بعد کے خطاطوں نے قرآن کی کتابت اور اس کی آرائش میں حیرت انگیز فنکارانہ صلاحیت کے مظاہرے کیے ہیں اس کے علاوہ ورقوں پر نقاشی اور جلدوں پر سونے کے پانی سے پرکاری یہ تمام چیزیں اس کی اہم ارکان تھیں خطاطی کے ارتقا کے ساتھ طلا کاری کو بھی فروغ ملا۔ ایران بالخصوص خراسان اس کا اہم مرکز قرار دیا گیا ہے۔ خطاطی میں بھی اس کا آرائشی پہلو ہر دو میں نمایاں رہا ہے جس کا اظہار، ظروف پر

نقاشی، عمارتوں پر گلکاری، کتابوں کے حاشیے، طغرا، دھات کے منقش سکے، بیل بوٹے اور اسی طرح کی دوسری مختلف شکلوں میں ہوتا رہا ہے اس کے علاوہ الفاظ کے پیچ و خم سے مینار اور گنبد و محراب، شبیہ کعبہ، مسجد نبوی، پرندوں اور دوسری چیزوں کی موزوں شکلوں میں آیات، تلوار اور کشتی کی شکلیں وغیرہ بنانا خطاط کا دلچسپ مشغلہ رہا ہے بالخصوص قرآنی آیات کو نت نئے انداز پر لکھنا اور اس میں باریکیاں پیدا کرنا، کتبے اور اسٹیکرس تیار کرنا یہ سب وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے خطاطی غیر فانی اور مقدس بن گئی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ خطاطی اپنے معروف معنوں میں صرف اسلامی فن ہے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا خطاطی کو مسلمانوں نے جس جوش و جذبہ اور عقیدت سے فروغ دیا ہے اس کا کچھ اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ میر علی تبریزی خدا سے رو رو کر دعا کرتے تھے کہ خداوندا میرے ذریعہ سے ایک بہت خوبصورت خط ایجاد کرا دے"[۱۶] اور وہ اس میں کامیاب بھی رہے، پروفیسر فلپ کے حِٹی نے بہت صحیح کہا ہے کہ :

> "فن خطاطی کو اسی لیے وقار حاصل ہوا کہ اس کا مقصد اللہ کے کلام کو تحریر کے ذریعہ زندہ و جاوید بنانا تھا، خطاطی بعض دوسرے فنون کی طرح قرآنی تعلیمات کے منافی بھی نہ تھی، یہ فن دوسری تیسری اسلامی صدی میں شروع ہوا اور بہت جلد اعلیٰ حیثیت کر گیا یہ ایک خالص اسلامی فن تھا، مصوری بھی اس سے متاثر ہوئی، مسلمان اپنی جمالیاتی حس کے لیے جاندار اشیاء کی تصویر نہیں کھینچ سکتے تھے، خطاطی اس حسن اظہار کے لیے ایک بڑا ذریعہ بن گئی خطاط کو مصوری کے مقابلہ میں کہیں بہتر وقار اور عزت کی حیثیت حاصل تھی"۔[۱۷]

دنیا کی بیشتر قابل ذکر زبانوں میں عربی، فارسی اور اردو (ہم آہنگ ہونے کی بنا پر) ارائشی خطاطی کے لیے موزوں ترین ہیں۔ چنانچہ ہر دور میں خطاطی کی عالمی نمائشوں میں انہی زبانوں کے طغرے کتبات، منقش سکے اور فنکارانہ خطوط معیاری CALLIGRAPHY کا نمونہ قرار دیے گئے ہیں مسلمانوں نے اپنے جمالیاتی ذوق اور فنکارانہ صلاحیت کو خطاطی میں سمونے کی جو کامیاب کوششیں کی ہیں وہ ان کی تہذیبی قوت اور تہذیبی ورثہ کے لافانی ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں۔

۱۷۔

تعلیقات وحواشی

۱ھ دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۹۶۰ مضمون خط مطبوعہ پاکستان ۱۹۷۳ء

۲ھ ابن خلدون، مقدمہ ص۳۶۴ مطبوعہ مصر ۳ھ احمد ذکی بک، الحضارۃ الاسلامیہ ص۶۱ مطبوعہ مصر

۴ھ ابن ندیم، الفہرست ص۱۲ مطبوعہ مصر ۵ھ احمد ذکی بک، الحضارۃ الاسلامیہ ص۶۲ مطبوعہ مصر ۶ھ ایضاً ص۶۱

۷ھ یہ ایک آبی پودے کا نام ہے زمانہ قدیم میں اس کے چھلکے کو لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا اور اسے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔ ۸ھ احمد بن علی القلشقندی، صبح الاعشی ۳/۹ مطبوعہ مصر

۹ھ ایضاً ۳/۸ مطبوعہ مصر ۱۰ھ ابن ندیم، الفہرست ص۱۳ مطبوعہ مصر

۱۱ھ احمد ذکی بک، الحضارۃ الاسلامیہ ص۶۶-۶۵

۱۲ھ شبلی نعمانی، سیرت النبی ۱/۱۰۶ اعظم گڑھ

۱۳ھ احمد بن علی القلشقندی، صبح الاعشی ۳/۹

۱۴ھ ابن خلدون، مقدمہ ص۳۶۵ مطبوعہ مصر ۱۵ھ دائرہ معارف اسلامیہ ۸/۹۶۲

۱۶ھ ڈاکٹر محمد خزائلی، اعلام قرآن ص۴۲۹ مطبوعہ ایران

۱۷ھ جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی ۲/۵۸ مطبوعہ مصر ۱۸ھ احمد علی علی القلشقندی ۳/۱۱

۱۹ھ احمد ذکی بک، الحضارۃ الاسلامیہ ص۶۶ ۲۰ھ جرجی زیدان، تاریخ التمدن الاسلامی ۲/۵۹

۲۱ھ العلق ۵-۱ ۲۲ھ سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ۔ تفہیم القرآن ۶/۳۹۶ دہلی ۱۹۸۱ء

۲۳ھ القلم - ۱ ۲۴ھ البقرہ: ۲۸۲ ۲۵ھ مسند احمد و ترمذی وقال حسن صحیح غریب

۲۶ھ مسند احمد ۱/۲۴۷ ۲۷ھ ابن خلدون، مقدمہ ص۳۶۶

۲۸ھ احترام الدین احمد شاغل، صحیفہ خوش نویسان ص۲۳ علی گڑھ

۲۹ھ خط کوفی کی جاذبیت اور دلکشی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انگلینڈ کے عیسائی بادشاہ نے سونے کے سکہ پر اس خط میں اسلام کا اصول نقش کرایا تھا جو برٹش میوزیم میں آج بھی موجود ہے۔

۳۰ھ احترام الدین احمد شاغل، صحیفہ خوش نویسان ص۲

۳۱ھ فلپ کے حتی، عربوں کا عروج وزوال ص۱۵ ترجمہ عبدالسلام خورشید لاہور ۱۹۵۳ء